جدید ذرائع ابلاغ اور اسلامی نظریہ ابلاغیات

ڈاکٹرماجد الغفار,

اسسٹنٹ پروفیسر

ہزارہ یونیورسٹی،مانسہرہ

drmajidghafar@hu.edu.com

نورنبی خان

لیکچرار

ہزارہ یونیورسٹی،مانسہرہ

Noor_cms27@yahoo.com

لیاقت خان

لیکچرار

ہزارہ یونیورسٹی،مانسہرہ

zeegpakhtoon@gmail.com

Abstract

The eighteenth century industrial revolution in the West brought many changes in all walks of human life. Socio-cultural, political, economic and religious transformation occurred both in the minds and matters around the globe. Among the newly invented technologies, media machines in various forms also developed at very rapid speed which shrunk the scattered world "into a village"[1]. Monopolistic communication networks and media

houses became big industrial ventures, and their businesses motives affected the value-systems with secular orientation. The Muslim world from this period has made neither any intellectual nor scientific or technological contribution to the field of modern communication revolution. Resultantly, it has been assumed that Islam provides no guideline or functions related to communication and means of communication (S.S. Ali, 2014 in Communication Theories and Practices, p.1). This study aimed at to explore and identify the clear and purposive basic teachings for all communication acts laid down in the Quran and Sunnah. It also discerns upon role of secular views and ideology that control the existing media and communication systems and their impact of communication values monopolized the media around the world.

Key Words: Communications, Mass Media, Secularism, Media Monopoly, Islamic System, The Quran and Sunnah, Media dependency

تعارف

فکری،علمی اور عملی حوالے سے یہ حقیقت ہم سب پر واضح ہے کہ آج کی مسلم امّہ جو قرآن پاک کی نظر می"بنی نوع انسانیت میں ایک منفردامّت ہے" (قرآن حکیم ۲:۳۲۱) نے ذرائع ابلاغ کی ترقی وتوسیع میں کوئی متاثرکن علمی،سائنسی یا فنی کردار ادا نہیں کیا۔سائنس اور ٹیکنالوجی کے اس میدان میں کرڈیٹ جدید اہلِ مغرب کو جاتا ہے۔چنانچہ یہ کہناکچھ غلط نہیں کی مسلم دنیانے جدید ذرائع ابلاغ کی تخلیق و ترقی میں کوئی کردار ادا نہیں کیا۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ سمجھنا کہ اسلام کا کوئی نظریہ ابلاغ سرے سے وجود ہی نہیں رکھتا جو بنی نوع انسان کو ترقی کی راہ دکھا سکے،ایسی غلط فہمی ہے جسکی وجہ سے مسلم دنیا کے ذرائع اپنی سمت درست نہیں کرپائے انسانی ابلاغ کا منبع در حقیقت وہ انسانی صلاحیتِ نطق و بیاں ہے جو تمام مخلوقات کے برعکس خالق نے صرف انسان کو ودیعت کی ہے جو ہر لحاظ سے"بنیادی،واضح اور عالمی ذریعہ علم ہے " [۳]۔اور وہ ہے قرآن حکیم اور سنتِ رسول مقبولؐ۔عربی زبان میں کچھ ماہرینِ ابلاغ اور دانشوروں نے اس حوالے سے کام بھی کیاہے اور موجودہ مسائل کا حل اسلامی نظریہ ابلاغ کی روشنی میں پیش کر کے دادِ تحسین پائی ہے ،مثلاً عزت،عبدالعلیم اور ساداتی وغیرہ۔اسی طرح کئی دیگر محققین نے اسلامی نظریہ ابلاغ کو دعوتی نقطہِ نظر سے بیا ن کیا ہے اور کچھ مخصوص شعبہ ہائے ابلاغیات پر بحث کی ہے ان تحریروں سے اسلامی نظریہ ابلاغ کے چند مخصوص شعبوں سے واقفیت توحاصل کی جاسکتی ہے جبکہ اسلامی نظریہ ابلاغ اپنی کہنہ میں ایک ہمہ گیر عمل ہے جو

انسانی زندگی کو ہر قدم پر مربوط بناتا ہے باہم وگر اعتماد وتکریم پیدا کرتا ہے جس کے مطابق ذرائع ابلاغ کے منفی استعمال سے آج کا لڑتا بھڑتا اور دست وگریبان"عالمی گاؤں"انسانی تقدیس اور امن وآشتی سے دُور ہوتا جارہا ہے زیرَنظر مقالہ اسی سمت ایک کاوش ہے جو قرآن وسنت کی تعلیمات اور جد ید مغربی ابلاغی افکار دونوں کو تقابلی طور پر سامنے رکھ کر کی گئی ہے۔ قارئین کی آسانی کے لئے انگریزی کتب اور مصنفین کے نام حصہ حوالہ جات میں اردو میں لکھے گئے ہیں۔

متعلقہ مواد کا جا ئزہ

اردو زبان میں لفظ کمیونیکیشن کا ترجمہ ابلاغ کیا جاتا ہے جبکہ انگریزی لفظ کمیونیکیشن کا ماخذلاطینی زبان(communicare) ہے جس کا مفہوم انسانوں کے مابین ربطِ باہم ہے۔تصورِابلاغ اور اسکی مختلف عملی صورتوں کی مغربی دانشوروں نے متعدد تعریفیں کی ہیں۔اس ضمن میں ڈینس نے ۸۹مجوزہ تعریفات کو یکجا کیا ہے جن کا حوالہ (وارنر1982)نے اپنی کتاب میں دیا ہے،اسی طرح ایک معروف ماہرِ ابلاغیات ویلبر شریم (1971)نے ابلاغ کی تعریف یوں کی ہے"یہ ایک بنیادی اطلاعاتی عمل ہے جو ہم ایک دوسرے سے جاری رکھتے ہیں" (وارنر جے سیورن 1982) ، برلو(1929)کہتا ہے کہ عملِ ابلاغ ایسا عمل ہے جس کے ذریعے ایک انسان دوسرے انسان سے نہ صرف خیالات کا تبادلہ کرتا ہے بلکہ اسکی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ابلاغ کے ذریعے دوسرکے رجحانات اور اپنے رجحانات میں مطابقت پیدا کرے۔انسانی ابلاغ کی جامع تعریف انسائیکلوپیڈیا امریکانہ نے یوں کی ہے کہ

" ابلاغ واقعات کا ایسا مربوط زنجیرہ ہے جس کی اہم کڑی ایک پیغام ہوتا ہے۔ یہ زنجیر ہ ایک منبع سے نکل کر مخصوص منزل تک جاتا ہے اور پیغام کی تشریح کرتا ہے،یہ سارا

عمل کسی پیغام کی تیاری، ترسیل اور وصولی پر مشتمل ہوتا ہے،وسیع انسانی ابلاغ کے نقطہ نظر سے ابلاغ درحقیقت انسانی تصورات کو وسعت دیتا ہے۔یہ تصورات عملِ تحقیق،تسلسلِ خیالات اور ایسے پیغامات کو سمجھنا ہے جو یہ بتاتے ہیں کہ انسانی سوچ کے حوالے سے کیا ہے اور کتنا اہم ہے،کیا درست ہے؟ متعلقہ ہے یا کچھ اور" (پیڈیا،امریکانہ,1985)

اس جہاں پر ابلاغ کی پیش کردہ تعریفات کو زیرِ بحث لانا مقصود نہیں اور نہ ہی آج تک کوئی ایک ایسا ابلاغی ماڈل پیش کیا گیاہے جسے عالمی تائید حاصل ہو۔بلاشبہ اہلِ مغرب نے ابلاغیات کی سائنسی ترقی وترویج کے ساتھ ساتھ عملِ ابلاغ کی تعریف میں تبدیلی اور اضافہ بھی کیا ہے لیکن ان تمامتر کاوشوں میں ابلاغ کی چند بنیادی اقدار ہمیشہ سے مشترک چلی آرہی ہیں جو پیغام،پیغام کا ماخذ ومنبع،مقصدِپیغام،ترسیلِ پیغام کا ذریعہ،پیغام وصول کرنے والااور پیغام کا ردِعمل اور پیغام کا اثر عملِ ابلاغ کے ایسے عناصر ہیں جنہیں تمام نظام ہائے ابلاغیات لازم گرداتنے ہیں

ابلاغ سے متعلق ادب

ابلاغ سے متعلق ادب کے مطالعہ سے جو حقیقت واضح ہوتی ہے کہ قدیم وجدید دنیا کے نظریہ ہائے ابلاغ کی پشت پر ہر معاشرے اور قوم میں زندگی کا بنیادی نظریہ قوتِ متحرکہ بنا رہا ہے اور آج بھی کون انسان اور ساری کائنات کو کس نگاہ سے دیکھتا ہے،کس کے نزدیک انسان اور مشین میں سے اہم کون ہے،انسانی زندگی کا اختتام کس کے نزدیک کیسا ہے،انسان کے ارد گرد پھیلی وسیع وعریض بوقلمونیوں سے بھرپور کائنات کا خالق کون ہے،متنوع سلسلہ ہائے تخلیقات میں انسان کا مقصدِ حیات کیا ہے،انسان اور اشیائے کائنات میں کیا رشتہ ہے اورکس کا مقام کیا ہے،سب ایسے استفسارات ہیں،ایسے سوالات ہیں جن

کے جوابات انسانی زندگی کے اس بنیادی نظریے کا تعین کرنے جسکی کئی جہتیں یکجا ہو کر ایک مربوط اور ہمہ گیر نظریہ حیات کی تشکیل وتدین ہوتی ہے۔تاریخِ انسانی بتاتی ہے کہ زمانہ قدیم سے آج تک انسانی زندگی پر دو بنیادی نظریات کا اثر ہی نہیں تسلط چلا آرہا ہے۔ اول یہ کہ تمام مظاہر نیچر میں پیش آنے والے مختلف حادثات کانتیجہ ہیں جن میں نباتات،حیوانات اور جمادیات ونجارات سب شامل ہیں،اور اسی طرح موجودہ ترقی یافتہ انسان بھی مختلف ادوار میں کئی حادثات اور متعدد جسمانی وذہنی تبددیلیوں کے بعد موجودہ شکل تک پہنچا ہے۔اہلِ مغرب کے انفرادی اور اجتماعی اعمال کا تجزیہ کر لیجئے،مغربی لٹریچر اور افکارکا تنقیدی جائزہ لے لیجئے بہت کم آپ کو انسان اور کائنات کی تخلیق اور مقصدِ تخلیق کے پیچھے کوئی مضبوط اور مربوط نظریہ بمشکل ہی ملے گا۔آج بھی ترقی یافتہ دنیا میں انسان کی شناخت پر سماجی وجود(Social Being) یا انسانی وجود (Human Being) سے زیادہ سماجی جانور(Social Animal)یا معاشی وجود(Economic Being) جسے نظریات کی گہری چھاپ ملے گی۔یہ وہ تصورات ہیں جس نے ترقی یافتہ انسا ن کو صرف 'اِسی دنیا' کاایک ادنیٰ سا عُنصر (سیکولر) بنا کر رکھ دیا ہے۔یہی وہ بنیادی فکر ہے جو ایک طاقتور نظریہ کے طور پر جدید انسانی زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے۔چونکہ عمل ابلاغ حیات انسانی کا اہم ترین جزو ہے لہٰذا بنیادی فکر کے اثرات اس شعبہ پر اور اسکے ذریعے زیادہ قوت کے ساتھ عام تر ہورہے ہیں۔

مذکورہ بالا انسانی نظریہ حیات کے برعکس دوسرا نظریہ زندگی الہامی نظریہ ہے جسے عُرفِ عام میں اسلامی نظریہ حیات کہا جاتا ہے اور جسکا پرچار کرنا حضرت آدم ؑسے لے کر نبیؐ آخرزماں تک تمام انبیائے کرام کا فریضہ رہا ہے۔اس نظریہ کے مطابق سلسلہ ہائے تقویمِ حیات کسی حادثے کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ ایک مربوط اور مرتبت منصوبے کا نتیجہ

ہے اور تقویم حیات میں انسان کی حیثیت کلیدی اور خلیفۃالارض کی ہے۔اس منصوبے کا خالق ومالک ایک قوت واحدہ ہے جس نے اپنی پہچان اللہُ وحدہُ لَاشریک کے طور پر کی ہے۔پوری کائنات اور اس میں آباد ہر ذی روح کا اپنا اپنا دائرہ کار متعین ہے اور انسان اس نظام میں مرکزی کردار کے طور پر اپنے اعمال اور دیگر مخلوقات سے معاملات کے لئے جوابدہ ہے۔انسان خالق کا ایسا شاہکار ہے جسے دیگر تمام مخلوقات پر فوقیت دی گئی ہے اور انسانی اعمال وکردار کی راہنمائی کے لیئے مکمل رہنمائی کا سامان قرآن حکیم اور حضرت محمدﷺ کی سنت کے ذریعے فراہم کیا گیا ہے۔انسان صرف اس دنیا کے لیے نہیں بلکہ اسکا مستقبل دائمی اور وسیع تر ہے جس کا انحصار اس دنیا میں ہر انسان کے انفرادی اور اجتماعی اعمال پر ہے۔ انسانی زندگی کے مذکورہ بالا دونوں نظریات میں بعدالمشرقین ہے۔

علم ابلاغیات کی جو تشریحات و توضیحات اوپر دی گئی ہیں ان سے قرآن و سنت کاکوئی تنازعہ نہیں،تاہم قرآن وسنت نے انسانی تقویم حیات،انسان کے مقام اور ذمہ داریوں کا جو دائرہ مقرر کیا ہے کائنات کی جو حقیقت بتائی ہے وہ مغرب کے سیکولر نظریہ حیات سے یکسر مختلف ہے۔نظریہ حیات کسی بھی معاشرے اور قوم کے تمام اجزائے ترکیبی کو کنٹرول کرنے والی قوت متحرکہ ہے۔چند لمحوں کے لیئے تصور کر لیجئے کہ کچھ لوگ اپنی زندگی کا ماحصل محض مادی آسائشات تک محدود رکھتے ہیں اور ان کی فکری اورعملی زندگی کا مقصد صرف اس دنیا(Only This World) تک محدود ہے۔یہیں سے شروع ہوکر یہیں ختم ہوجاتا ہے۔وہ کیا کرتے ہیں یا کیا کرتے رہے ہیں اس کا تعلق کسی دوسری زندگی،کسی حاکم مطلق اور کسی محاسبے سے نہیں۔اُن کے نزدیک پوری کائنات مختلف حادثات کے نتیجے میں پذیر ہونے والے مظاہر کا محض ایک مجموعہ ہے جسکا

ایک جزو انسان بھی ہے۔طبعی ترقی وتبدیلی کے بعد موجودہ شکل میں سامنے آیا ہے۔اور یہ بھی کہ اسے نطق وکلام کی صلاحیت کہاں سے ملی "یہ کسی کو معلوم نہیں"(انسائیکلو پیڈیا،امریکانہ، 1985)اس کے بالکل برعکس کچھ لوگوں کا نظریہ حیات یہ ہے کہ نظام کائنات کو تخلیق وترتیب دینے والی ایک قوتِ واحدہ ہے جو تمام مخلوقات کا خالق اور انسان کو اشرف المخلوقات کا رتبہ دینے والی ہے۔انسان کو جو شرف واختیار حاصل ہے وہ اسے بروئے کار لانے میں اسی خالق کی ھدایات کے مطابق آزاد ہے اور اس آزادی کی مقررہ حدود سے روگردانی کرنے پر احتساب کے عمل سے گزرنا ہو گا جس کیلئے یومِ احتساب یعنی حیات بعدالموت مقرر ہے۔جہاں تک نطق وکلام اور زبان وبیان کی صلاحیت ہے وہ کمالِ آدمیت کی اولین پہچان ہے جس کا تعلق صرف بولنے سے نہیں بلکہ اپنے ذات کے ساتھ ساتھ دیگر تمام اشیاء کو سمجھنے،ان میں بدیہی فرق کو جاننے،انہیں نام دینے،ان کے مترادفات مقرر کرنے کی صلاحیت بھی ہے سورۃ رحمان میں اسی صلاحیت اُعلی کے لیئے ''البیان'' کا لفظ استعمال ہوا ہے (قرآن حکیم 75:15، 55:2) ۔

آج کے مغربی مفکرین حتی کہ سیکولرنظریات رکھنے والے فلاسفہ اور دانشور بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے جارہیں کہ انسانی فہم وشعورکی صلاحیت اسے دوسری تما م مخلوقات سے ممتاز کرتی ہے اور اس صلاحیت کا اظہار انسانی ابلاغ ہی سے ہوتا ہے۔اس حوالے سے "وی مین" اور "والٹر"کا کہنا ہے ''اشکال و الفاظ اور تمثیلات کو تخلیق کرنا،ترتیب دینا اور بیان کرنا انسان کی منفرد حصوصیت ہے جو کسی دوسرے جاندار کو حاصل نہیں (ہنری این وی من،اوٹس ایم والٹ 1979)۔برک نے اس آگے بڑھ کر یہان تک کہا ہے کہ:''تمام جانداروں میں انسان وہ واحد جانور ہے (جانور کا لفظ انسان کے لئے استعمال کرنا اسی سیکولر نظریات کا شاخسانہ ہے جسکا اوپر تذکرہ آچکا ہے)جسے علامت سازی۔علامت

شناسی اور انہیں استعمال کرنے کی صلاحیت انسان کو دوسرے جانوروں پر واضح فوقیت دیتی ہے۔مزید یہ کہ انسان کی صلاحیت ترتیب وتنظیم اور بگاڑ مکمل درستگی کا موجب ہے (کینھ برک۔زبان بحیثیت علامتی عمل،1977)۔

دور جدید کا فلسفی اور نقاد برٹ رانڈرسل(1978) انسانی نطق وبیان کے متعلق یوں رقمطراز ہے"ہم بغیر کسی غلو کے کہہ سکتے ہیں کہ ابلاغ کی صلاحیت ہمارا ایسا منفرد حق اور اہم ترین خاصیت ہے جو ہمیں تمام جانوروں سے بلند مقام دیتا ہے(برٹ رانڈرسلاین آؤٹ لا تن آف فلاسفی، لندن،1928)۔

یہ کسقدر اچھنبے کی بات ہے کہ سیکولر مغربی محققین انتہائی طاقتور ذرائع ابلاغ کی تحقیق اور مادی وسائل کے یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ قوتِ لسان اور کہ نطق وبیان انسان کی ایک انتہائی منفرد ایسی خصوصیت ہے جو اسے دیگر تمام جانداروں پر فوقیت دیتی ہے لیکن یہ بتانے سے آج تک قاصر ہیں اس کی صلاحیت کا منبع کون سی قوت ہے۔کئی تحقیقات کے بعد ان دانشوروں اور محققین نے جو نتیجہ اخذکیا ہے وہ یہ ہے کہ"انسان نے الفاظ کی تخلیق اور بیان جنگلی جانوروں،مختلف قدرتی آوازوں،بالخصوص بھیڑیوں اور درختوں کی ٹہنیوں کے ٹکرانے سے پیدا ہونے والی صداؤں سے بولنا سیکھا ہے"۔جبکہ بقول انکے "کوئی نہیں جانتا کہ انسان نے زبان کہاں سے سیکھی"انسان کی صلاحیت ِنطق وبیان کے ڈانڈے مغربی بالخصوص سیکولر دانشور زیادہ تر جنگلی جانوروں کی آوازوں سے ملاتے ہیں۔منطقی بات یہ ہے،مان لیا جائے کہ انسان نے بولنا جنگلی جانوروں سے سیکھا تو پھر آج مغربی دنیا کے گھروں میں پلنے والے بھانت بھانت کے جانور بالخصوص کتے اور بلیاں اپنے رکھوالوں کی بول چال کیوں نہ سیکھ سکے،جبکہ ان پالتو جانوروں کی پیدائش و پرداخت پر قریب ترین اہل خانہ کی نسبت زیادہ توجہ دی جاتی ہے اور سالوں تک دی جاتی

ہے۔یہ جانورخود بھی تربیت یافتہ((trained ہوتے ہیں اور بہترین ماحول میں پروان چڑھتے ہیں۔یہ اس امر کی دلیل ہے کہ سیکولر نظریہ زندگی خلط مبحث کا شکار ہے کیونکہ یہ تقویم حیات کی کہنہ کو سمجھ نہیں پایا۔نتیجتا زندگی کا ہر شعبہ اپنے عملی مظاہر میں ''صرف اس دنیا'' کے لئے سرگرداں ہے جبکہ خالق کل نے انسان کو ان گنت صلاحیتوں،نعمتوں اور فہم وشعور کی صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا ہے،اسے اندھیرے میں نہیں رکھا بلکہ کامیاب اور خدا پرست زندگی گزارنے کے لئے اپنے انبیاء کے ذریعے رہنمائی کا مکمل اہتمام بھی کیا ہے(سید ابو الاعلیٰ مودودی،1982)۔

مدارجِ ابلاغ

انسانی ابلاغ کو کئی مدارج کے تناظر میں مطالعہ کیا جاسکتا ہے لیکن ہم آسانی کے لیئے اسکی دو تین بنیادی اور اہم اقسام میں درجہ بندی کرتے اور ان کے لئے اسلامی تعلیمات پر غور کرتے ہیں

شخصی یعنی چند انسانوں کے درمیان ابلاغ

ابلاغ کی یہ قسم انتہائی اہم اور انسان کی روزمرہ زندگی کی ہر جہت اور ہر پہلو سے متعلق ہے۔جب دو افراد یا چند کسی بھی معاملے پر باہمی تبادلہ خیال کرتے ہیں،ایک دوسرے کو پیغام دیتے ہیں، باہم گفتگو کے ذریعے معاملہ فہمی میں مصروف ہوتے ہیں،عملِ درس وتدریس میں مصروف ہوتے ہیں گھر اور کنبے کے افراد سے تبادلہ خیال کرتے ہیں،بازار میں لین دین کرتے ہیں،عدالتی بحث ومباحث ہوتے ہیں یا عالمی امور پر چند ماہرین بات چیت کرتے ہیں تو یہ سلسلہ گفتگو بین الافراد یا بین الاشخاص ابلاغ(interpersonal Comm) کے زمرہ میں آتا ہے،اس کی بہترین مثال کمرہ جماعت میں درس وتدریس کا عمل یا دو افراد کے درمیان گفتگو کا عمل ہے،اسکی کئی جہتیں ہیں جو افراد کی پوری زندگی کا احاطہ

کرتی ہیں۔ایک مکمل نظام حیات کے حوالے سے دینِ اسلام نے ابلاغ کے اس عمل کی نہ صرف قرآن حکیم میں اور واضح تربیت دی ہے اور نبی آخرزمانؐ نے اپنی سنت اور احادیث یعنی عمل وبیاں کے ذریعے ہر قدم پر نوع انسان کی راہنمائی فرمائی ہے اور یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ کامیاب اور باوقار زندگی کے لئے مختلف لوگوں سے مختلف مقامات پر باہمی گفتگو اور تبادلہ خیال کیسے ہونے چاہئیں اور تعلیمات میں انسانی سماج کی تشکیل فرد کے وجود سے ہوتی ہے اور افراد کے ابلاغی رجحانات نظام سماج کی مثبت یا منفی تشکیل کا بنیادی سبب بنتے ہیں۔معاشرتی ڈھانچے میں ہر فرد کو کئی کردار ادا کرنے پڑتے ہیں او ر اس کے ہر کردار کی کامیابی یا ناکامی کا انحصار درست یا نا درست ابلاغی رجحانات پر ہوتا ہے جسکے اہم اجزاء الفاظ،لہجہ او ر مشترک معانی ہوتے ہیں جن کے بامقصد امتزا ج کو زبان کہا جاتا ہے۔چنانچہ انسان کا ابلاغی رویہ اور رجحان انہی اجزاء سے ماپا جاتا ہے،اسی لئے پیٹن اور گفن 1974 نے درست کہا ہے زبان ہی انسانی رجحانات کو .متاثر کرنے والا آلہ ہے (بوبی آر پیٹن وکم گفن 1982).

بین الشخصی ابلاغ کے عمل میں انسان کی سعی یہ ہوتی ہے کی وہ اپنے مخاطب کو متاثر کرے۔اس کے رجحانات اور اپنے رجحانات کو ہم آہنگ کرسکے فی زمانہ اس عمل میں بالعموم ناقص دلائل،دھونس یا جبر کا طریقہ اپنایا جاتا ہے،جو اسلامی تعلیمات کے برعکس ہے۔دین اسلام نے رجحانات کے اظہارکے لئے اخلاقی معیارات مقرر کر رکھے ہیں جنھیں اہلِ مغرب بھی نہ صرف تسلیم کرتے ہیں بلکہ حتی الوسع ان خیالات پر عمل پیرا بھی ہوتے ہیں اور رجحانات کا درست اظہار ان کے نزدیک بھی ایک بڑی "اخلاقی ذمہ داری ہے" (رچرڈ،ایم ویور 1953) -

اس حوالے سے اسلامی تعلیمات کیا ہیں؟قرآن حکیم انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے لئے واضح راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ ہر انسان ایک شاہکار تخلیق ہونے کی حیثیت سے سماج میں حقوق وفرائض کا حامل ہے۔حقوق وفرائض کے حصول اور ادائیگی میں ابلاغی رجحانات کا کردار بنیادی اہمیت رکھتا ہے اور ان ہی رجحانات کے اظہار سے ایک آدمی یہ ثابت کرتا ہے وہ اس درجہ انسانیت ہر فائز ہے جو اسے خالق کی طرف سے ودیعت ہوا اور اسے اختیار کر کے ہی وہ خلیفۃالارض ہونے کا ثبوت دے سکتا ہے۔قرآنی تعلیمات اور حضور پاکؐ کے عمل سے انسان کے ابلاغی رجحانات درحقیقت انسان کے باہمی تعلقات کی علامت ہوتے ہیں باہمی تعلقات میں ابلاغ کا کردار ہی کلیدی کردار ہوتا ہے۔قرآن حکیم کی متعدد آیات،مثلاً،خیر،مساوات،احسان،عدل،روحانی بلندی،حق،تقویٰ،فہم،حکمت،والدین اور پڑوسیوں کے حقوق،یتیموں،مساکین،مسافروں،مہمانوں،بیماروں اور محتاجوں سے متعلق کا بغور مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ ان تمام امور پر عمل کرنے میں ابلاغی رجحانات کو اہمیت دی گئی ہے(قرآن حکیم: آیات 3.2.1، 211-511) ۔

یہ چند مثالیں ہیں جو قرآن حکیم کی تعلیمات سے مختصرا دی گئی ہیں،اسی طرح احادیث مبارکہ اور سنت رسولؐ مقبول کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ معلمِ کامل ؐنے اپنے ہر قول (ابلاغ)اور عمل سے بنی آدم کو خلیفۃ الارض بننے کی صلاحیتوں سے نوازاہے . (خان. محسن ، جڑانوالا، 1985) ۔

باہمی انسانی ابلاغ و تعلقات کو سمجھنا ہو تو اس آیت پر غور کرنا ضروری ہے"ہم نے تم لوگوں کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سے عزت والا وہ ہے جو

تمہارے اندر سب سے ذیادہ پرہیزگار ہے" (الحجرات،31) اسی سورۃ الحجرات کی آیت بالخصو ص آیت نمبر ۰۱ سے لے کر آیت نمبر ۲۱تک باہمی انسانی تعلقات کی تعلیم دی گئی ہے اور ہر انسان بخوبی جانتاہے کہ باہمی انسانی تعلقات کے لئے کس طرح کی ابلاغی صلاحیتیں ضروری ہوتی ہیں۔قرآن پاک کے نزدیک گھر اور کنبہ کسی بھی معاشرے کی پہلی اکائی ہوتی ہے جسکے ارکان کے ابلاغی رجحانات پورے معاشرے پر اثر انداز ہوتے ہیں،صاف گوئی،احترام،مؤدبانہ گفتگو،بہترین اور سہل الفاظ کا چناؤ باہمی تعلقات میں اصلاح اور مضبوطی کیلئے لازمی قرار دیئے گئے ہیں(القرآن 372- . 2) -

اسلامی نظریہ حیات ایک مکمل نظام زندگی ہے جسکی بنیاد منفر د عقیدے،خدا کی واحدانیت،حاکمیت اور ہمہ گیر یت کے ساتھ نبی آخرزمان ؐ کی نبوت،کتب ساماوی کی تسلیم،حیات بعدالموت اور روزِجزا اور سزا پر ایمان اس عقیدے کی بنیاد ہیں۔پس اس عقیدے کے حامل کی زندگی ہر حال اور ہر شعبہ میں ان تعلیمات کی تابع ہوتی ہے،جو قرآن و حدیث اور سنتِ رسول ؐاللہ نے فراہم کیں۔اس عقیدے کے حامل کے لئے یہ کیسے ممکن کہ وہ خالق کی دی ہوئی قوتِ نطق وکلام کی اعلٰی خصوصیت کو کسی بھی صور ت من موجی ہوکر استعمال کرے۔باہمی انسانی تعلقات باہمی ابلاغ کے بغیر ممکن نہیں اور دین اسلام کے نزدیک انسانی زندگی ٹکڑیوں میں منقسم کوئی شے نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر عمل ہے۔

عمل ابلاغ جب چند افراد سے نکل کر عوام تک جاتاہے تو اسے عرف عام میں ابلاغ عام یا عامہ کہتے ہیں۔اس عمل میں پیغام دینے والا اور پیغام کی نوعیت محدود لیکن پیغام وصول کرنے والے متعدد ہوتے ہیں،ابلاغ عام میں پیغام وصول کر نے والے رنگ ونسل،مذہب وعلاقہ،جنس وطبقہ،عمرو تجربہ اور علم وفہم میں کئی ایک ہوتے ہیں۔جبکہ پیغام دینے کے

لیے کسی مضبوط اور سرعت رساں وسیلے یا ذریعے کی ضرورت ہوتی ہے،فی زمانہ یہ بات زبان زدِ عا م ہے کہ یہ دور ابلاغِ عامہ کا دور ہے اور ابلاغی وسائل وذرائع کی قوت اور اثر کو دیکھ کر ایسا کہنا قطعا بے جا نہیں۔علم ابلاغیات کے ایک ماہر ڈومینک (1993)نے ابلاغِ عامہ کی یوں تعریف کی ہے کہ "یہ ایک ایسا عمل ابلاغ ہے جس کے ذریعے کوئی فرد،گروہ یا کوئی ادارہ مخصوص پیغام کسی مشین کے ذریعے متعدد ومتضاد اور دُور دُور تک بکھرے لوگوں تک پہنچائے" (جوزف آر.ڈومینک.دی 1993) ۔

ابلاغِ عامہ کی یہ تعریف گرچہ اس عمل کی جملہ مقتضیات سے بحث نہیں کرتی لیکن یہ اسکے وسیع تر نظریے کو واضح ضرور کردیتی ہے۔اس عمل ابلاغ میں شامل پیغام کی تیاری،عناصر،مقصد پیغام اور ترسیل پیغام کا ذریعہ یا ذرائع اہم عناصر ہیں۔بغور جائزہ لیا جائے تو ان عناصر ترکیبی میں اہم ترین پیغام دینے والا،پیغام وصول کرنے والا اور پیغام کا مقصد تینوں اہم ترین عناصر ہیں۔گویا ابلاغ عامہ کے سارے عمل میں مرکزی حیثیت تمام حوالوں سے انسان ہی کو حاصل ہے کیونکہ خالص فنی حوالے سے یہ انسان ہی ہے جو پیغام کا خالق ہے،انسا ن ہی اس پیغام کو وصول کر نے والی منزل ہے اور پیغام رساں مشین بھی انسان ہی کی تخلیق ہے چاہے اس کا نام ریڈیو یو یا ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ یا سمارٹ فون،اخبار

ہو کہ کتب ،سٹلائیٹ وسیلہ ہو یا کہ چھوٹا سا سیل فون۔ان سب کے زریعے لاتعداد انسانوں تک جو کچھ بھی الفاظ،تصاویر یا علامات،اشکال کی صورت میں پہنچتا ہے اس کی اولین صورت گری کا کارخانہ کسی ایک یا چند انسانوں کی ذہنی صلاحیتیں ہوتی ہیں۔اس عمل ابلاغ میں ہوتا یہ ہے کہ چند انسان تفریح کے عنوان سے، معاشی ضروریات کے نام پر،حالات وواقعات کے بیان کے لیئے،سیاسی اور تمدنی معاملات کو لے کر یا کاروباری مفادات کی خاطر اشتہار بازی کے ذریعے انسانوں ہی کے ایک بڑے طبقے کو متاثر کرنے میں مصروف ہوتے ہیں۔

ابلاغِ عامہ ذرائع

فی زمانہ عمل ابلاغ عامہ کا اہم اور بلاوجہ مطعون عنصر وہ بے جان ذرائع ہیں جن کے ذریعے چند انسان یا کوئی ادارہ مربوط طریقے سے لوگوں (عامۃالناس) کو مطلوبہ معاملے یا اشیاء کے لئے اپنا ہم خیال بناتے ہیں۔یہ ذرائع مثلا ریڈیو،ٹیلی ویژن،فلم،انٹرنیٹ اور سمارٹ فون فی الحقیقت انسان کی ابلاغی صلاحیتوں کے دورس ذرائع ہیں۔اپنے اصل الوجود میں یہ بے جان ڈبے اور ڈبیا انسانی فکرو عمل کے محتاج ہیں۔کوئی مشین جو ذریعہ ابلاغ ہو خود نہ تو کوئی خیال تخلیق کر سکتی ہے اور نہ ہی اسے پروگرام کر سکتی ہے تآنکہ انسانی ا نگشت فکرو دماغ اس کی تاروں کونہ چھیڑے،جبکہ انسانی فکرو عمل اس نظریہ حیات کے تابع ہوتی ہے جو افراد یا کسی قوم نے بنیادی عقیدے کے طور پر اختیار کر رکھا ہو۔

سیکولر اور بے خدا نظام حیات کے زیرِ اثر ذرائع ابلاغ کا مرکزی کردار بھی مادی مفادات کے تابع ہوتا ہے اور انہیں اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ ماردھاڑ سے بھرپور پروگرام،جرائم کی خبریں،جنسی انگیزیوں سے بھرا مواد،اشتہارات کے ذریعے نسوانیت کی بے حرمتی،آزادی اظہار رائے کی چھتری تلے دوسروں کی عزتوں سے کھیلنا، دہشت

ووحشت سے بھرے پروگرامات کے ذریعے بچوں اور نوجوان نسل کی ذہن کشی،تمدنی نفرت کو پھیلانا اور بڑھانا کے کتنے منفی اثرات ناظرین سامعین اور قارئین کی ایک بڑی تعداد پر بڑی مقدار میں پڑتے ہیں۔اس حوالے سے مغربی بالخصوص امریکی ذرائع ابلاغ دنیا کی عظیم تر صنعت کا رُوپ دھار چکے ہیں اور آزاد ذرائع ابلاغ ہونے کے دعویدار معاشرے چند بڑے سرمایہ کارادارواں کی گرفت میں ہیں مثلا نیویارک ٹائمز بشمول مورگن گارنٹے

ٹرسٹ،برسٹل مائر،چارٹر آئیل،جونز مینولے،امریکن ایکسپریس،بیتھلیم سٹیل،آی بی ایم،سکاٹ پیپر،سن آئیل اور فرسٹ بوسٹن کارپوریشن وغیرہ (بن ایچ بگیڈکن دی میڈیا موناپلی 1990) ۔ صنعتی اور مادی لحاظ سے ترقیافتہ ممالک کے ذرائع ابلاغ نے مخلوقِ خدا کی بہتر سمت رہنمائی اور اصلاح کے بجائے جھوٹ،مکرو فریب،اور پروپیگنڈے کو مؤثر ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے کا وطیرہ اختیار کر رکھا ہے۔ تیسری دنیا با لخصوص اکثر مسلم ممالک میں افراتفری،سیاسی ومعاشی،اخلاقی اور تمدنی عدم واستحکام پیدا کرنے میں خود ان ممالک کی کوربین اور کم کوش قیادتوں کے ساتھ ساتھ طاقتور مغربی ذرائع ابلاغ کا مرکزی کردار رہا ہے۔اسکی زندہ مثالیں سن 80ء کی نصف دہائی میں ایران عراق جنگ،پھر عراق کویت قضیہ اور امریکی حملہ،پھر صدام کے خلاف امریکی یلغار،افغانستان پر امریکی حملہ،لیبیا کی تباہی،مصر میں سیاسی اتار چڑھاؤ اور قتل عام،کئی سال سے فلسطینیوں پر اسرائیلی مظالم کی پشت پناہی وغیرہ ایسے عالمی انسانی واقعات ہیں جن کے پیچھے یورپ اور امریکہ کے اسلحہ خانوں کو آباد رکھنے کے علاوہ ان کے ذرائع ابلاغ نے اہم ر کردار ادا کیا ہے اور آج انہی ذرائع ابلاغ کی وجہ سے وجود میں آنے والا ”عالمی گاؤں“آگ اور بارود

کے ڈھیر پر کھڑا ہے۔یہ سب اس بے خدائی کا نتیجہ ہے جس نے سیکولر نظریہ زندگی کے بطن سے جنم لیا (تھامس ڈبلیو کُوپر 1989) ۔

یہاں مقصد مغربی سیکولر میڈیا کا مکمل پوسٹ مارٹم نہیں۔بلکہ یہ دیکھنا ہے کہ سیکولر نظریہ حیات کے ساتھ کام کرنے والا زندگی کا کوئی بھی شعبہ شرفِ انسانیت یا مقامِ انسانیت سے بے پرواہ محض ''اس دنیا''کا قیدی ہوتا ہے۔صنعتی،مادی اور سیاسی ومعاشی استحکام رکھنے والی اقوام کے ذرائع ابلاغ عامہ اپنا ابلاغی کلچر دیگر اقوام پر مسلط کرنے میں اس لیئے کامیاب ہیں کہ اول:دگر انحصار ممالک معاشی معاونت کے ساتھ ساتھ اپنا آپ بھی ترک کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اور دوم یہ کہ کوئی بھی قوم واضح نظریاتی سبب نہ رکھنے کے سبب کمزور تمدن یا بے تمدن ہو جاتی ہے پھر دگر انحصاری محض مادی معاونت تک محد ود نہیں رہتی،بلکہ فنی امدادکے ساتھ ساتھ کمزور لوگ جن پر انحصار کرتے ہیں ان کے اطوار واخلاق بھی اپنانا شروع کردیتے ہیں۔دوسروں کے حقِ آزادی سے بے بہرہ مغربی ذرائع ابلاغ عامہ کی نقالی میں بے لگام آزادی کے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے ہی گھر کو انارکی کی آگ میں جھونک دیتے ہیں جس کی کئی مثالیں سن ۲۰۰۴کے بعد پاکستان کی صورت حال سے دی جاسکتی ہیں۔اسطرح کی صورت حال کی تصویر کشی حمید مولنا(1989)میں یوں کی ہے ترجمعہ:

"کئی ترقی پذیر ممالک بشمول مسلم دنیا کے بڑے حصے میں موجود ذرائع ابلاغ عامہ مغربی سیکولرذرائع ابلاغ عامہ کے نقش قدم پر چل رہے ہیں،جسکے نتیجے میں پوری دنیا کے مسلمان ایک اجنبی فکری جال میں پھنس کر رہ گئے ہیں جہاں طاقتور میڈیا ان کے نظام اخلاق پرہی نہیں مذہبی شناخت پر کامیابی سے حملہ آور ہوتا ہے" (حمید مولٰنا،1989) ۔

ابلاغ عامہ اور اسلامی تعلیمات

یہ پہلے واضح کیا گیا ہے کہ سیکولر نظریہ ابلاغ کی ابتداء و انتہاء دوسروں پر سیاسی معاشی غلبہ اور مادی منفعت کا حصول ہے اور انہیں کے ذریعے تہذیبی وتمدنی نو آبادیاتی نظام کی راہیں استوار ہوتی ہیں۔انسانی اخلاقی اقدارکی سیکولر نظام میں ادنیٰ ترین حیثیت ہوتی ہے اسکے نتیجے میں انسان اپنی ایجاد کردہ مشین کاتابع بن کر رہ جاتا ہے۔اسکے برعکس خالق کائنات کو انسان نے بہترین سرشت پر تخلیق کر کے شرف انسانیت کے قیام اور بقا کے لئے نظامِ اسلام دیا ہے،جو صرف چند مذہبی رسومات کا مجموعہ نہیں،بلکہ حیات انسانی کے ہر شعبہ میں راہنمائی فراہم کرنے والا دین ہے جو انسان کے انفرادی،سماجی،تمدنی،معاشی،روحانی واخلاقی،قانونی،قومی اور بین الاقوامی معاملات کی سمت متعین کرتا ہے (احمد خورشید ، 1980) ۔چنانچہ ابلاغ عامہ جیسے اہم ترین کام سے فروگزاشت کیسے ہوسکتی ہے یہ بات بھی ذہن نشیں رکھنی چاہئے کہ اسلام دنیا کے تمام انسانوں کیرہنمائی کا ہمہ گیر نظام ہے۔ قرآن حکیم نے الناس،المومنون،یابنی اسرائیل وغیرہ کی اصطلاحات استعمال کر کے یہ بتایا ہے کہ اس کے مخاطب صرف مسلمان نہیں بلکہ بنی نوع انسان کے تمام طبقات،گروہ اور پوری انسانی برادری ہے۔چنانچہ الہامی ہدایات تخلیق انسان کے بنیادی مقاصد کو اولیت دیتی ہیں جو صرف ایک اللہ اور اسکی منشا کے آگے سرتسلیمِ خم کرنا ہے۔اللہ اور اسکی حاکمیت پر پختہ ایمان کے دو نتائج برآمد ہوتے ہیں:اول،انسان اور خالق کے درمیان مربوط تعلق ہوتا ہے۔اور دوسرا یہ کہ احتساب کا تصور اسے زمین پر ذمہ دارانہ زندگی گزارنے کے قابل بناتا ہے۔ابلاغ عامہ انسانوں کے مابین رابطے کا وسیع ذریعہ ہے جو انسانی خیالات کو متاثر کرتا ہے۔پس ابلاغ عامہ کے ذرائع کا

استعمال بھی اسے خالق کی منشاء کے عین مطابق ہونا لازم ہے۔اسکے بر خلاف کام کرنے والے ذرائع ابلاغ کے تمام پیغامات محض بد اعتمادی،خلفشار اور باہمی نفرتوں کو جنم دیتے ہیں مثلا اپریل سن (1997)میں چر نوبل ایٹمی مرکز میں ہونے والے حادثہ سے متعلق عالمی ذرائع ابلاغ نے اتنی متضاد خبر یں دیں جن پر خود میڈیا دانشور حیران پریشان ہوکر رہ گئے (تھامس ڈبلیو کُوپر، 1989)۔کیونکہ ان ذرائع نے واقعہ کی خبر کو اپنے اپنے سیاسی اور تجارتی تناظر میں پیش کیا جس کا حقیقت سے تعلق بہت کم تھا۔

مغربی سیکولر ذرائع ابلاغ کے نزدیک سچ کا پیمانہ وہ ہوتا ہے جو مادی مفادات مقرر کرتے ہیں۔ انسانی حقوق کے تحفظ کا پرچارک یک طرفہ ہوتا ہے،کیونکہ میڈیا کا پورا نظام بے خدا ہونے کی وجہ سے احتساب کامل ہونے کے تصور سے آزاد ہے۔ ذرائع ابلاغ سے دی جانے والی اطلاعات،تبصروں،تفریحی پروگراموں سے ناظرین،سامعین اور قارئین کے رویوں اور افکار وعادات پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ابلاغ عامہ کے جدید ذرائع بالخصوص ٹیلی ویژن ابلاغ کی بھر مار ہے۔اشتہار بازی ان ذرائع کیلئے ریڑھ کی ہڈی کی سی اہمیت کی حامل ہے،اشتہار بازی کے ذریعے جنسی اشتہا،صنفِ نازک کی بے وقعتی،وحشت و دہشت سے بھرپور ڈرامے اور فلمیں آج کے سیکولر ذرائع ابلاغ کی شناخت ہیں قرآن حکیم غلط خبر پھیلانے،ٹوہ لگانے،اور دوسروں کی عیب گوئی کرنے پر سخت وعید کرتا ہے (القرآن ، 73: 71)۔ کیونکہ ایسے مواد اور ترغیبات سے انسانی معاشرہ عدم اعتدال کا شکار ہو کر مقام شرف کھو بیٹھتا ہے۔جدید ذرائع ابلاغ عامہ کے حوالے سے غوروفکر کرنے والے یہ نتیجہ اخذکرتے ہیں کہ آج کے ذرائع ابلاغ عامہ خودساختہ خبروں،تفریح کے نام پر غیر اخلاقی اور ادنی درجے کے پیغامات کے ذریعے مال تو بنا لیتے ہیں لیکن اس طرح جسدِ انسانی کے تمام اعضاء کو زہر آلودہ کرتے ہیں۔نا امیدی،عدم اعتماد،پریشان حالی اور غیر یقینی کی

کیفیات عام ہورہی ہیں (جان سی مرل، 1983)۔ قرآن حکیم کی واضح ہدایت کے مطابق سچے،کھرے اور واضح ابلاغ کا پابند بنایا ہے .نبی مہربانؐکی حدیث کے مطابق حق پر مضبوطی سے کھڑے ہونا،عدل گستری کرنا چاہے خود کے خلاف ہی کیو ں نہ ہو،ایمان بالیقین کی نشانی ہے۔

خبر حاصل کرنے اور پھیلانے کا حق آج کے ذرائع ابلاغ عامہ کا بڑا دعوی ہے۔ معروف مفسرِقرآن عبداللہ یوسف علی نے قرآنی تعلیمات کی روشنی میں اس دعوی کی نفی کی ہے: ۶۳قرآن حکیم اور سیرت پاک ﷺکسی بھی طریقے اورذریعے سے برائی کو عام کرنے کی سخت ممانعت کرتے ہیں،کیونکہ ہر برائی انسانی معاشرے کو نفسیاتی اور علمی طور پر شرف انسانیت سے محروم کردیتی ہے۔ ۷۳اس کے لئے ضروری ہے کہ ابلاغ عامہ کے ذرائع بالخصوص مسلم معاشروں میں کام کرنے والے میڈیا تاجران وممبران اُس یومِ احتساب وحساب کا خیال رکھیں جس دن ایک ایک لفظ، ایک ایک تصویر اور شکل و اشارے کا جوا ب دینا ہوگا۔

خلاصہ

اس تحقیقی مقالے کا بنیادی مقصد ان حقائق کو سامنے لانا تھاجو انسانی ابلاغ کی مختلف جہتوں سے متعلق ہیں اور جدید فنی ترقیات اور مشینی ترجیحات نے ایک ایسا ماحول پیدا کردیا ہے جو شرف انسانیت کی بقاء کے لئے بڑا خطرہ ہے۔ تحقیقی مقالے کا ماحصل یہ ہے کہ جدید ذرائع ابلاغ سیکولر نظریہ حیات کہ زیر اثر کام کرتے ہیں جن کا اول وآخر ’’یہ دنیا‘‘اور صرف ’’اس دنیاُ‘ میں مادی منفعت کا حصو ل ہے

سیکولر نظریہ حیات کے اثرات نہ صرف انفرادی زندگی میں دکھائی دیتے ہیں بلکہ گھر اور اداروں سے لے کر آج کا انسان عالمی سطح پر احتساب ِعمل کے تصور سے آزاد ہے۔ ایسا تصور جس میں ایک دائمی ز ندگی اور احتساب کا وجود نہیں۔

باہمی یا مابینی عمل ابلاغ سے لے کر ابلا غ برائے عامۃ الناس تک سیکولر نظریہ حیات کی چھاپ گہری ہوئی ہے کیونکہ طاقتور ذرائع ابلاغ پر تسلط بے خدا نظام زندگی نے جما رکھا ہےقرآن وسنت نے محدود اور عام ابلاغ کے لئے واضح اقوال و مبادیات فراہم کئے ہیں جن کا سرشمہ اللہ وحدہ لاشریک کی واحدانیت،حاکمیت اور ہمہ گیریت،پھر رحمت العالمین ؐ کی سنت پر پختہ ایمان وعمل ہے جیسے مسلمان منفرد عقیدہ کا نام دیتے ہیں۔

مسلم دنیا میں موجود ابلاغ عامہ کے ذرائع نہ صرف فنی اور تیکنیکی حوالے سے دگر انحصاری کا شکار ہیں بلکہ میڈیا مواد اور اسے پیش کرنے کا فن بھی مستعار لیتے ہیں۔

چھوٹے سے چھوٹے ذریعہ ابلاغ سے لیکر ابلاغ عامہ کے بڑے سے بڑے ذرائع عظیم الجثہصنعتوں کا رُوپ دھارچکے ہیں۔انکے نزدیک اشیاء انسان سے زبان اہم ہیں۔اس تمام صورت حال کا انجام پوری انسانیت کے لیئے لمحہ فکریہ ہے۔اُمید ہے کے موجودہ مطالعہ آنے والوں کے لئے اس موضوع پر تحقیق وتشریح کے نئے دریچے وا کرے گا۔

حوالہ جات:

- اینڈریوبسلے اینڈ روتھ چاڈوک، (1929) .صحافت میں اخلاقی مسائل اور میڈیا۔نیویارک: رُوٹ لیج،ص، 5
- قرآن حکیم (321:2)"پس ہم نے امتِ مسلمہ کو امتِ وسط کا درجہ دیکر تمام نوع انسانی پر گواہ ٹھہرایا۔

- ایضـــاً(2:10، 2:311، 7:851، 21:1) اور دیگر کئی آیات جو قرآن ِحکیم کے مقاصد،خصوصیات اور اہمیت پر دال ہیں"۔
- وارنـــر جـــے ســـیـــورن نـــظـــریـــہ بـــائـــے ابـــلاغـــیـــات:ابـــتـــداء، طریقےاوراستعمال،(1928)نیویارک:ہسٹنگ ہاؤس پبلشرز،ص5
- ڈیوڈ برلو عمل ابلاغ کا تعارف،نظریہ اور عمل،(1979)سان فرانسکو:

رائن ہارٹ پریس، ص ،71

- انسائیکلو پیڈیا اریکانہ:کمیونیکشن(1985)،7، ص232- 322،
- اکیڈمک امریکن انسائیکلو پیڈیا (کمیونیکیشن،1985)،(5- 3-،721) -
- بی آبری (1978)،انسانی ابلاغ پر ایک نظر (1978)۔نیویارک:میکمیکن،ص11/5
- ہنری این وی من،اوٹس ایم والٹر (1979)"انســـانی تقریر بیان کا تجزیہ" کواٹری جنرل آف سپیچ،نمبر 32(اکتوبر،1957) ص 7 -752-
- اوٹـس ایـم،والـٹـر،رابـرت ایـل ســـکـاٹ (1979) ســـوچـنـا اور بـیـان کرنا،ایڈیشن:7۔نیویارک:میکلملین،ص 92/532
- کینـھ برک۔زبـان بحیثیت علامتی عمل(1977)،برکلے:یونیورســٹی آف کیلیفورنیـا پریس۔ص 22/3
- برٹ رانڈرسلاین آؤٹ لا تن آف فلاسفی، لندن(1928): جی ایلن اینڈ ان ون، ص،82
- ســـید ابو الاعلیٰ مودودی (1982)۔رســـالہ دینیات (ترجمعہ:پروفیســـر خورشـــید احمد)،ریاض:پریزیڈنسی آف اسلامک ریسرچ، ص 821

- بوبی آر پیٹن وکم کفن (1982)چند انسانوں کے مابین ابلاغ:ایک بنیادی مطالعہ۔نیویارک:ہارپر اینڈ رو۔ص 313
- ''اخلاقیات خطابت، (1953) ''شکاگو:رینجری۔ص 7/22
- کینھ برک (1951) مذہبی خطابت پوسٹن:بیکن پریس،ص78/112،
- قرآن حکیم: آیات (1۰7:2، 221،511)،(12:91،81:22)، (71:2)،(711:2) (591:2، 231:3) (31:5 ،39،92،22)،(8:70)، (512،591:2)
- کتاب الادب:صحیح ابخاری۔ترجمہ: محمد محسن خان، جڑانوالا،(1975):
- پاکستان،جلد 7؛باب 5،ص 7/2،
- ایضاً،جلد 8:باب 22/32
- ایضاً، جلد 8:باب:72/52،ص:22/32،
- ایضاً،جلد 8:باب 82 ص 82
- ایضاً:جلد 8:باب 92-13، ص 92/82
- ایضاً، جلد:باب 70 /1،ص 102/ 93) 802
- جوزف آر.ڈومینک.دی ڈائنیمکس آف ماس کمیونیکشن (1993).انٹرنیشنل ایڈیشن،نیو یارک؛میگراہل،ص،31
- بن ایچ بگیڈکن دی میڈیا موناپلی(1990)،ایڈیشن 3.پوسٹن:بیکن پریس۔ص-21
- بیگڈکن گریجویٹ سکول آف جرنلزم،کیلی فورنیا یونیورسٹی کا پروفیسر اورپلٹزرایواڈ کا حامل۔مصنف نے اپنی تحقیق مذکورہ ص82/3
- تھامس ڈبلیو کُوپر.ابلاغی اخلاقیات اور عالمی تبدیلی (1989).نیویارک:

- لانگ مین،ص 24-21/اس حوالے سے دیکھئے: شوجن وانگ قابل اعتماد خبر بمقابلہ پروپیگنڈہ(1992).''میڈیا ایشیا''91،نمبر 2.ص .210
- حمید مولٰنا،اسلامائزیشن آف ایرانین ٹیلی ویژن (1989) ''انٹر میڈیا'' 71، نمبر 5 . ص.53./93
- جان سی مرل '' فلاسفی اور صحافت '' (1983) میں اوڈل نیویارک :لنگ مین